امت مسلمہ کے زوال اور انحطاط کے اسباب
امام خمینیؒ کی نظر میں

محمد فرقان*

m.furqan512@yahoo.com

کلیدی کلمات : اُمت مسلمہ ، تفرقہ ،انحطاط وزوال، علمائے دین، سامراجی طاقتیں، سیاسی بحران

خلاصہ

معاشروں کے اجتماعی قانون کے تحت اُمت مسلمہ کے زوال کو ایک عرصہ دراز ہوچکا ہے اور آج اس نے مغربی طاقتوں کے سامنے اپنا سیاسی اقتدار کھودیا ہے۔ جس کا اعتراف تمام مسلمان طبقات کررہے ہیں۔
لیکن موجود صدی میں ایک بے مثال سیاسی شخصیت حضرت امام خمینیؒ نے اپنے قرآنی اور الٰہی تفکر کی وجہ سے مسلمانوں کو اس زوال سے نکالنے اور عزت وشرف کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے جدوجہد کی ہے۔ اُنھوں نے اُمت مسلمہ کے زوال کے اسباب بیان کرکے اُنہیں اس ذلت آمیز صورت حال سے نکلنے کا راستہ دکھایا ہے۔
امامؒ کے نزدیک اُمت مسلمہ کے زوال کے پانچ اہم اسباب ہیں جن کی طرف اگر مسلمان متوجہ ہوجائیں اور ان کا سدباب کرلیں تو وہ اس صورت حال سے بہت جلد نکل سکتے ہیں۔ پہلا سبب اُمت کا تفرقہ اور اختلاف ہے، پھر سیاسی نظام کا فقدان ہے جس کی وجہ سے مسلمان سیاسی بحران کا شکار ہیں۔ تیسرا استعماری طاقتیں ہیں جو مسلمانوں کے زوال کے اسباب فراہم کررہی ہیں۔ چوتھے مسلمانوں کا قرآنی ثقافت اور سیاست سے دور ہونا ہے اور پھر علمائے دین کا منفی کردار بھی مسلمانوں کو شکست وذلت سے دوچار کررہا ہے۔

*۔اسٹوڈنٹ ایم۔ فل۔ تاریخ تمدن اسلامی، مجتمع آموزش عالی امام خمینی، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔

موضوع کا پس منظر اور ضرورت

اقوامِ عالم اپنے تاریخی سفر میں ہمیشہ ایک جیسے حالات اور یکساں صورتحال میں نہیں رہیں، بلکہ ان میں عروج و زوال، اور فراز و نشیب آتے ہی رہے ہیں۔ امت مسلمہ ایک عظیم الشان تاریخی پس منظر رکھنے کے باوجود عرصہ دراز سے اپنا سیاسی اقتدار کھو بیٹھی ہے اور بیرونی بالخصوص مغربی طاقتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنی ذلت و رسوائی کا تماشا سب اہل دنیا کو دکھا رہی ہے۔ آج ہمارے سیاستدان اور مقتدر طبقے سے لے کر پڑھے لکھے روشن فکر طبقے تک سب ہی کسی نہ کسی انداز میں اپنے آپ کو مغربی دنیا کا مقروض سمجھتے ہیں، اور امت مسلمہ میں انہیں کسی خاص بڑی پیشرفت اور ترقی کی راہ نظر نہیں آتی، فقر و فلاکت اپنی جگہ، علمی اور معنوی اعتبار سے بھی دنیائے اسلام اس وقت ناگفتہ بہ صورتحال میں مبتلا ہے۔

ایک انقلابی رہنما کا سب سے بڑا کمال، معاشرے کے نشیب و فراز سے مکمل واقفیت کے ساتھ ساتھ وقت کی نزاکتوں اور زمانے کے تقاضوں کی مکمل جان پہچان ہوتی ہے تا کہ وہ معاشرے کی ادبیات اور اس کی زبان میں بات کر سکے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ امام خمینیؒ ایک عظیم سیاسی لیڈر ہونے کے علاوہ، ہماری صدی کی بے مثال دینی شخصیت ہیں، ایک ایسی شخصیت جس کا تفکر الہامی اور سوچ قرآنی ہے۔ فقہ اور فقاہت کے میدان میں مہارت اپنی جگہ، آپ کو معاشرے کی پرکھ اور پہچان اس حد تک تھی کہ پورے ایران کی نبض گویا آپ کے اذن سے دھڑکتی تھی۔ یہ آپ کی معنوی طاقت ہی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ آپ کی گہری سوچ اور عمیق جانچ اور پرکھ تھی جس کے بل بوتے پر آپ نے بہت بڑی انسانی طاقت کو حرکت میں لایا اور ایک عظیم انقلاب۔ جو اس صدی کا بے مثال کرشمہ تھا۔ لانے میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا۔ یقیناً ایسا انسان اُمت مسلمہ کے دکھ درد اور مصائب و آلام سے اچھی طرح واقف اور آگاہ تھا۔

تاہم آپ کے تفکر پر لکھے جانے والے لٹریچر کی چھان بین کرنے پر اس بات کا اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ مختلف معاشرتی موضوعات کے حوالے سے آپ کے افکار اور آراء کے تجزیاتی مطالعے کا میدان بالکل خالی ہے، بالخصوص اُمت مسلمہ کے حالات، مسائل اور مشکلات کے تجزیاتی مطالعہ کی شدید کمی کا احساس شدت سے ہوا، اردو زبان میں تو اس قسم کا لٹریچر بالکل ہی ناپید ہے، البتہ فارسی میں کسی حد تک اس حوالے سے کاوشیں ہوئی ہیں جو اپنے تئیں لائق تقدیر ہیں، اگرچہ ان میں بھی تجزیے اور تحلیل کی کمی اور نقلِ قول پر بھروسہ زیادہ دیکھنے کو ملا ہے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ آپ کے ان افکار کو جو انہوں نے مختلف معاشرتی میدانوں میں پیش کیے ہیں، کا مطالعہ کرکے ان کا دقیق علمی جائزہ لیا جائے اور اس کے بل بوتے پر نظریات قائم کیے جانے چاہیں۔ اس کام کے لیے سب سے پہلے مرحلے میں، آپ کے بکھرے اور پراگندہ کلام کو موضوعاتی انداز میں اکٹھا کیا جائے، اگلے مرحلے میں اسے خاص نظم و قاعدے کے تحت ترتیب دے کر، اس پر صحیح انداز میں تجزیہ و تحلیل کی جائے تاکہ اس کے اندر موجود پراگندگی اور بکھرے پن کا خاتمہ کرکے اس میں ارتباط اور یکجہتی قائم کی جاسکے اور عملی طور پر صحیح نتائج سامنے لائے جاسکیں۔
یہ نتائج یقیناً کارآمد اور قابل عمل ہونگے اور خاکسار کی رائے میں انشاء اللہ ان پر عمل کے ذریعے امت مسلمہ کی مشکلات کا خاتمہ بھی ممکن ہوگا، کیونکہ وقت نے ثابت کر دیا کہ امام خمینیؒ کی رائے میں پایا جانے والا جزم اور استحکام آپ کی سوچ کے اندر پائے جانے والے استحکام کا عکاس تھا، اس خاطر ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اجتماعی اور معاشرتی مسائل اور مشکلات کے راہ حل اگرچہ قطعی نہیں ہوتے، تاہم امام خمینیؒ کے پیش کردہ نظریات کی حقانیت اور سچائی کا اندازہ۔قرآن وسنت کی روشنی اور الٰہی قوانین کے آئینے میں ۔لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اور یوں ان سے عملی فائدہ حاصل کرنا یقیناً آج کے مسلم معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔

ان معاشرتی موضوعات میں سے ایک موضوع ۔جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے۔ امت مسلمہ کے زوال وانحطاط کے اسباب سے متعلق ہے۔ امت مسلمہ دن بدن ایک خاص قسم کی مشکل میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے، آئے دن اسلامی معاشرے کے اندر نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ تکفیریت اور وہابیت ایک وبائی مرض کی طرح اہل سنت کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ معاشرہ میں تحمل اور برداشت نام کی چیز نہیں ہے۔ شیعہ اور اہل سنت کے اندر پائے جانے والی سیاسی، فکری، عقیدتی اور معاشرتی مشکلات کو اگر گننے بیٹھ جائیں تو لمبی فہرست سامنے آئے گی۔ اس صورتحال میں سوال یہ اٹھتا ہے وہ کونسے بنیادی مسائل اور مشکلات ہیں جن کے باعث اُمت مسلمہ آج اس قدر مصائب کا شکار ہے؟

ہماری زبوں حالی جس پر سید جمال الدین، علامہ اقبال، شہید مطہری، شہید قطب، سید مودودی اور دیگر متفکرین روتے ہوئے اس دنیا سے گئے ، اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں: اگر ہم ان مشکلات کو ایک شجرہ خبیثہ سے تشبیہ دیں جس کی مختلف شاخیں اسلامی دنیا کے ہر کونے تک پہنچ چکی

ہوں، تو سوال اس شجرہ خبیثہ کی جڑوں سے متعلق ہے؟ یہ تحریر اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے درپے ہے کہ امام خمینیؒ جیسے عظیم انقلابی مفکر کے نزدیک امت مسلمہ کی مشکلات کے علل واسباب کیا ہیں؟

حرف آغاز

سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ اجتماعی آفات اور مسائل کبھی بھی علت واحدہ کے تابع نہیں ہوتے، ہمیشہ معاشرے کی سطح پر رونما ہونے والے واقعات کے کئی ایک اسباب ہوتے ہیں، لہٰذا خاص طور پر کسی ایک علت کی طرف انگشت نمائی کرنا اپنی نادانی کا برملا اعتراف کرنا ہے۔

ہاں یہ بات قابل قبول ہے کہ بعض اسباب کا وضوح دیگر عوامل کو تحت الشعاع قرار دیتا ہے، اس لیے ان کی طرف توجہ نہ کرنا یا کم توجہ کرنا شاید ایک قدرتی امر ہو۔ یہ سلسلہِ علل واسباب، طولی حیثیت کا حامل ہوتا ہے یعنی: ہر علت مستقل عمل کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے زنجیر کے حلقوں کی مانند حتمی نتیجے تک لے جاتی ہے۔ اس لیے علل واسباب کے متعلق جدا جدا بحث کرنا کافی دقت طلب مسئلہ ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ہر سبب اپنے لحاظ سے مسبّب ہی ہوتا ہے کسی اور علت کا اور اس سے متاثر ہوتا ہے، اور یوں علت العلل کا پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے، مسائل اور مشکلات کا مجموعہ دیگر مشکلات کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ یعنی مسائل ایک دوسرے کو جنم دیتے ہیں اور تاثیر و تاثر اور عمل ورد عمل کا یہ سلسلہ باعث بنتا ہے کہ کچھ دیگر مسائل معاشرتی سطح پر بھی ظاہر ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام خمینیؒ نے امت مسلمہ کی مشکلات کو بیان کرتے ہوئے بعض اوقات خاص علاقے یا خطے۔مثلاً فلسطین۔کی طرف توجہ مرکوز کی ہے، لہٰذا اگرچہ یہ امر اس بات کی طرف بھی اشارہ کر سکتا ہے کہ وہ مشکل اس علاقے میں خاص طور پر موجود ہے، لیکن اس کی عمومیت بھی اپنی جگہ محفوظ ہے۔

ذیل میں ہم ان اسباب کا ذکر کریں گے جو امت مسلمہ کے زوال و انحطاط کا باعث بنے ہیں۔ جس ترتیب سے ان علل واسباب کو ذکر کیا گیا ہے اس سے امام خمینیؒ کے نزدیک ان کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ البتہ امامؒ کے کلام میں جو مشکلات بیان ہوئی ہیں، مختلف مواقع اور متعدد مناسبتوں اور شاید وقت کی نزاکتوں کا بھی اس میں بڑا ہاتھ ہو، لہٰذا اس اہمیت کا اندازہ لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہم اپنی ناقص رائے کے مطابق اس اہمیت کا استنباط کریں گے۔

ا۔ تفرقہ واختلاف:

اتحاد بین المسلمین ایک اہم قرآنی اصول ہے جو قرآن کی محکم اور واضح آیات سے ثابت ہے۔ امام خمینیؒ کے متعدد ارشادات میں اس بات کی جھلک ملتی ہے کہ آپ اس عظیم قرآنی اصول پر مکمل ایمان رکھتے تھے اور اس لحاظ سے تفرقہ اور اختلاف کو شریعت اسلامی کے اہم مقاصد کی مخالفت قرار دیتے تھے۔(1)

ایک موقع پر آپ نے اس اہم ہدف کی تشریح کرتے ہوئے یوں فرمایا:

اسلام اس لیے آیا ہے تاکہ دنیا کی تمام اقوام چاہے عرب ہوں یا عجم، ترک ہوں یا فارس، سب کو آپس میں متحد کرے اور ایک عظیم امت، اُمت مسلمہ کے نام سے دنیا میں بروئے کار لائے۔۔۔، اسلام چاہتا ہے کہ دنیا ایک خاندان کی مانند ہو اور ایک ہی حکومت پوری دنیا پر، اور وہ بھی عادل حکومت حکمرانی کرے اور سب لوگ، اسی خاندان کے افراد شمار ہوں۔(2)

امام خمینیؒ اپنے دور میں اُمت مسلمہ کے تفرقے اور اختلاف کے مضر اثرات کو واضح طور پر اور وسیع پیمانے پر دیکھ رہے تھے، اور اسی کو اُمت مسلمہ کی زبوں حالی کی ایک اہم وجہ قرار دیتے تھے۔اس تفرقے اور اختلاف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آپ نے اس اختلاف کو دو سطحوں پر ذکر کیا ہے، ایک عوام الناس کے درمیان جبکہ دوسری سیاسی سطح پر، یعنی حکمرانوں کے آپس میں اختلاف کو بھی اُمت اسلامی کی بدبختی اور مصائب کی ایک بڑی وجہ قرار دیا،(3)

آپ کی نگاہ میں اسرائیل ۔جس کی حمایت مغربی دنیا اور امریکہ کر رہا ہے۔ کو شکست نہ دے سکنے کی ایک اہم وجہ مسلمان حکمرانوں کا ایک پٹڑی پر نہ ہونا اور مختلف طریقوں سے ۔جن میں ایک اہم بیرونی طاقتیں ہیں۔ان کے درمیان اختلاف اور تفرقہ اندازی کا عنصر ہے۔(4)

آپ اس دور کے رائج سیاسی مسلمہ اصولوں کی مخالفت کی ایک وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ اس سے اسلامی اتحاد اور وحدت اُمت پر کاری ضرب لگتی ہے۔ منجملہ قومیت پرستی اور نیشنلزم ہے۔آپ فرماتے ہیں:

یہ جو بار بار کہتا ہوں کہ قوم پرستی مسلمانوں کی بدبختی کی جڑ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم پرستی ایرانی قوم کو دیگر مسلم اقوام کے مقابل میں لا کھڑا کرتی ہے، اور عراقی قوم کو دیگر مسلم قوموں کے اور اسی طرح باقی اقوام کی مثال لے لیں۔۔۔،(5)

آپ نیشنلزم اور قوم پرستی کو مکر و فریب سمجھتے تھے، جس کے ذریعے امت مسلمہ کی وحدت کو خطرات سے دوچار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔(6) آپ نے قوم پرستی کے نام پر تفرقہ ڈالنے والوں کو شیطانی لشکر قرار دیتے ہوئے،(7) کئی بار صراحت کے ساتھ قوم پرستی کو اسلام کا مخالف اور نکتہ مقابل قرار دیا ہے، جس میں تقابل اقوام کی بو آتی ہے۔(8)

ان سب تاکیدات کے باوجود، آپ نے شیعہ اور اہل سنت کے درمیان مذہبی اختلاف کو قوم پرستی سے بھی زیادہ خطرناک اور مہلک مرض قرار دیتے ہوئے فرمایا:

قوم پرستی سے زیادہ خطرناک اور غم برانگیز مسئلہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان تفرقہ اندازی اور اسلامی وایمانی برادری کے درمیان نفرت اور دشمنی ایجاد کرنا ہے۔(9)

ایک اور مقام پر فرقہ واریت کے مضر اثرات کو یوں بیان فرمایا:

ایمان اور اسلام کی رنگ و بو۔جو اقتدار اور کامیابی کی اصل بنیاد ہے۔فرقہ واریت اور تنازعات کے باعث جو نفسانی خواہشات سے ہم آہنگ جبکہ الٰہی دستور کے مخالف ہے، زوال پذیر ہو جاتی ہے۔(10)

اسی خطاب کے دوران آپ نے مسلمانوں کو اس تفرقہ اور اختلاف کے عملی اثرات کا احساس دلایا اور فرمایا:

اے مسلمانو: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اسلام کے ابتدائی دور میں نہایت ہی معمولی تعداد کے ہوتے ہوئے بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دے کر ایک عظیم اسلامی اُمت کی داغ بیل ڈالی، اب جبکہ تمہاری تعداد تقریباً ایک عرب کو پہنچ رہی ہے اور بڑے بڑے معدنی ذخائر ہونے کے باوجود۔جو کہ ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔اس طرح سے ضعیف اور ناتوان ہو چکے ہو؟ کیا جانتے ہو کہ تمہاری ساری مصیبتیں تمہارے حکمرانوں کے درمیان اختلاف کے نتیجے میں خود تمہارے درمیان اختلاف کا باعث بنی ہوئی ہیں۔(11)

مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے فقدان پر آپ شدید رنج اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے، اسی عنصر کو مسلمانوں کے عدم استقلال کی اہم وجہ قرار دیتے ہیں۔(12) آپ کی نظر میں مسلمانوں کے وسائل اس لیے لوٹ مار کا شکار ہو رہے ہیں کہ ان میں اتفاق و اتحاد نہیں ہے، آج بڑی طاقتوں کے ہاتھوں ان کے استحصال کا سبب بھی ان کا باہمی تفرقہ ہی ہے۔آپ بھانپ چکے تھے کہ بڑی طاقتیں قوم پرستی کو ہتھیار بنا کر کسی کو ایرانی کے نام پر، تو کسی کو ترکی کے نام پر اور کوئی عرب و عجم کے اختلاف کی بنیاد پر،

غرض ہر ایک کو اس کی اپنی قوم تک محدود کرکے، وہ اپنے پلید مقاصد تک پہنچ رہی ہیں۔ فلسطین کے مسئلے کے حل نہ ہونے کی ایک اہم وجہ بھی اسی قسم کے تفرقہ ہے۔(13)

آپ شیعہ اور سنی کے بجائے پوری امت مسلمہ کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے اور آپ کی اس سوچ کا عملی مظاہرہ سلطنت عثمانیہ کے بعض مثبت نکات کو مد نظر رکھ کر اسلامی دنیا کے حوالے سے اس کے فوائد کی طرف توجہ کرنے میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

عثمانی سلطنت کے زمانے میں مسلمان کسی حد تک طاقتور حکومت سے بہرہ مند تھے اور ایک ایسا اقتدار تھا کہ کبھی جاپان تو کبھی روس کے ساتھ لڑائی کرکے ان پر کامیابی حاصل کر لیتے تھے، لیکن افسوس کہ اسی وجہ سے بیرونی طاقتوں نے -جو اسی وحدت سے ڈرتے تھے- جب پہلی عالمی جنگ میں کامیابی حاصل کی، تو عثمانی سلطنت کے ٹکڑے کر ڈالے اور ہر کسی کو ایک خاص علاقے پر حکمران بنا دیا اور یہ کوشش کی کہ یہ حکومتیں آپس میں دشمن بن جائیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان اگر اس قدر آبادی اور قیمتی ذخائر -جن سے وہ مالا مال ہیں- کے ہوتے ہوئے اگر متحد ہو جائیں تو امریکا اور مغرب کو تو کوئی نہیں پوچھے گا۔(14)

آپ کے ان اقوال اور ارشادات کی روشنی میں یہ نتیجہ لینا کوئی مشکل نہیں ہے کہ امت مسلمہ کی ایک اہم مشکل آپ کی نظر میں اتحاد اور وحدت کا فقدان ہے، اور اس کی بڑی وجہ آپ کی نگاہ میں بیرونی طاقتیں اور مسلمان حکمرانوں کی نااہلی اور بے بصیرتی اور اس کے نتیجے میں پائی جانے والی سطحی سوچ ہے۔

۲۔ سیاسی بحران:

امام خمینیؒ کی نظر میں مسلمانوں کے انحطاط و زوال میں ان کے سیاسی نظام کا فقدان اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے بسی کا اہم کردار ہے۔ مسلم حکمران نااہل اور بے صلاحیت ہیں، جن میں بصیرت کے فقدان کے علاوہ استقلال اور استحکام کا دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا۔ نہ ان حکمرانوں کو امت مسلمہ کی فکر ہے اور نہ ہی انہیں اپنی قوم اور ملک و ملت کی، فقط اپنی کرسی بچانے کی فکر میں ہیں جبکہ بڑے بڑے اہداف کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ آپ فرماتے ہیں:

> "میری نظر میں اسلامی ممالک میں پائی جانے والی دو بڑی بنیادی مشکلیں ہیں: ایک مشکل حکومتوں اور قوم کے آپس کی ہے کہ حکومتیں اپنی اپنی اقوام سے جدا ہیں، نہ حکومت اپنے آپ کو قوم کا حصہ سمجھتی ہے، اور نہ ہی قومیں اپنے کو حکومت کا حصہ سمجھتی ہیں۔ اس مشکل کی چابی

حکومتوں کے ہاتھ میں، اگر حکومتیں اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں کہ وہ اپنی قوم کی خادم ہیں تو قومیں بھی ان سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گی، دوسری مشکل بھی ایک بنیادی مشکل ہے وہ قوموں اور حکومتوں کے لیے، وہ خود حکومتوں کے اندر ہے۔ حالانکہ اسلام نے اتحاد کی دعوت دی ہے، قرآن کریم نے مسلمانوں اور اہل ایمان کو بھائی قرار دیتا ہے، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ حکومتیں آپس میں اختلاف کا شکار ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ دو حکومتیں۔جو دونوں اسلامی ہیں۔ دونوں کی حقیقت ایک ہے، ان کا قرآن ایک ہے، پیغمبر ایک ہے، وہ اسلام کی اس دعوت پر لبیک کیوں نہیں کہتیں؟ وہ بھی ایک ایسی دعوت جو ان کے اپنے فائدے میں ہے، اگر یہ دعوت قبول کر لی جائے اور اسلامی حکومتیں آپس میں متحد ہو جائیں، اگرچہ ان کی سرحدیں اپنی جگہ محفوظ رہیں، فقط اتحاد ہی کر لیں، تو ایک ارب مسلمان ایک عظیم طاقت بن کر سامنے آئیں گے"۔

یہ کہ حکمرانوں کے اندر یہ عملی سستی کہاں سے اور کیسے وجود میں آئی ؟اس حوالے سے امام خمینیؒ نے ان حکمرانوں کے تفکراتی اور تعلیمی پس منظر کی طرف توجہ دیتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

"ان میں سے بعض اسلامی حکومتیں ترجیح دیتی ہیں کہ کارٹر کے تسلط کو قبول کر لیں، لیکن اسلام کی طرف مائل نہ ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی معرفت نہیں رکھتے۔ یہ اپنی زندگی کے ابتدائی دور ہی سے اسلامی ماحول سے دور زندگی گزارتے رہے، جہاں اسلام کا نام و نشان نہ تھا، اور بعد میں بیرون ملک - یورپ یا امریکا- چلے گئے، جہاں تعلیم مکمل کی اور [نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ] اسلام اور اسلامی احکام سے بے خبر رہے، اسلامی حکومت کا نام تک نہیں سنا، جاننا تو دور کی بات ہے کہ اسلامی حکومت ہوتی کیا ہے؟" (15)

مسلمانوں کے اندر سیاسی عدم بصیرت اور پائے جانے والے سیاسی بحران کے نتیجے میں مغربی دنیا سے آنے والی آئیڈیالوجی کے خریدار زیادہ نظر آتے ہیں۔

۳۔ استعماری طاقتیں:

امام خمینیؒ امت مسلمہ کی زبوں حالی کی ایک اہم وجہ بیرونی طاقتوں کی بے جا مداخلت اور ان کی سازشوں کو قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسلامی دنیا اور اُمت مسلمہ کو شعور دیا کہ وہ اپنے فیصلے خود کریں

اور بیرونی فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔ آپ نے بیرونی تسلط کو سب سے بڑا منکر اور برائی قرار دیا، جس سے نہی کرنا اور روکنا علماء کا اہم فریضہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"سب سے بڑی برائی، اغیار [بیرونی طاقتوں] کا ہم پر مسلط ہونا ہے، اس برائی کا راستہ روکنا چاہیے"۔(16)

آپ کی نظر میں استعماری ہتھکنڈے نہایت ہی پنہان اور چھپ چھپا کر عمل کر رہے تھے، جن کی طرف سطحی سوچ رکھنے والے حضرات متوجہ نہیں تھے، لہٰذا امت مسلمہ کے دانشوروں اور صاحبان خرد کو ان سازشوں کی نوعیت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سامراجی طاقتوں نے آپ کے لیے بہت گہرے خواب دیکھ رکھے ہیں، نہایت ہی گہرے خواب اسلام اور مسلمانوں کے لیے دیکھ رکھے ہیں، وہ اسلام کا اظہار کرکے آپ کے خلاف خطرناک سازشیں کر رہے ہیں، آپ لوگ صرف اور صرف تہذیب نفس، تنظیم اور درست تدبیر کے ذریعے ان مشکلات کو اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہیں، اور ان کی استعماری سازشوں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔۔۔ آپ کا مستقبل تاریک ہے اگر اپنے آپ کی اصلاح نہ کی اور تیار نہ ہوئے"۔(17)

آپ کے اس بیان میں مسئلے کی پیچیدگی اور سنگینی کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے، یعنی: مسئلہ فقط یہ نہیں ہے کہ بیرونی طاقتیں فقط اور فقط بیرونی نفوذ کے ذریعے اپنے سیاسی طرز تفکر کو ہم پر مسلط کر رہی ہیں، بلکہ بات ہمارے اندر تک پہنچ چکی ہے، اور اگر ہم اپنی اصلاح نہ کریں تو ہم بھی انہی کی طرح سوچنے پر مجبور ہو جائیں، اس لیے اصلاح نفس کے علاوہ عمیق مطالعات اور تنظیم و ترتیب کی ضرورت ہے۔ آخری جملہ نہایت ہی غور طلب ہے، جس میں امام خمینیؒ پورے یقین کے ساتھ تاریکیوں کی خبر دے رہے ہیں، گویا وہ آج کی داعش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ دیکھ رہے تھے کہ اگر امت مسلمہ نے موجودہ استعماری سازشوں کو ناکام نہ بنایا تو کس قدر تاریک مستقبل ان کے انتظار میں ہے۔ واضح طور پر بیرونی طاقتوں سے بننے والے اس بدبخت اتحاد میں وہی پرانی کہانی دہرائی جا رہی ہے، ایک طرف نا اہل اور بے بصیرت جاہ طلب حکمران، دوسری طرف، استعماری طاقتیں اور تیسرا عنصر، ہمارے اندر موجود کوتاہ فکر عناصر ہیں جو اب ہمارے نہیں رہے، بلکہ ان کے نوکر بن چکے ہیں، کیونکہ نہ ان کے پاس سیاسی بصیرت تھی اور نہ ہی دینی معرفت۔

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بار پھر آپ خطرے کا اعلان کرتے ہیں:

"جیساماحول بن چکاہے، اللہ نہ کرے تاریک دن آپ کے منتظر ہوں اور آپ کو برے دن دیکھنے پڑیں، استعماری ہاتھ اسلام کی ساری حیثیتوں کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اور آپ کو ان کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے، اور یہ کام حب ذات، جاہ طلبی اور غرور و تکبر کے ہوتے ہوئے انجام نہیں پا سکتا"۔(18)

ان سب کے باوجود آپ اس بات سے بھی پوری طرح باخبر تھے کہ عوام الناس ان سب سازشوں سے بے خبر ہیں، چنانچہ اس بات کو ایک مقام پر یوں بیان فرمایا:

"اگر مسلمان جان لیتے کہ کیسی کیسی سازشیں اسلام کی عزت، مسلم اقوام کی سعادت اور اسلامی ممالک کے استقلال کے خلاف کی جا رہی ہیں تو کبھی بھی عید (خوشی) نہ مناتے"۔(19)

۴۔اسلامی ثقافت اور قرآنی سیاست سے دوری:

امام خمینیؒ کی نظر میں مسلمانوں کے انحطاط کے اسباب میں سے ایک اور اہم سبب مسلمانوں کا اسلامی ثقافت اور تہذیب و تمدن سے ناآگاہ ہونا ہے۔ اسی جہل اور ناآگاہی کے سبب وہ اسلامی ثقافت کو نہیں سمجھتے اور اس پر بھروسہ نہیں کرتے اور مجبوراً مغربی طاقتوں کے سائے تلے اپنی سعادت ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس حوالے سے آپ فرماتے ہیں:

"اسلامی حکومتوں کی قرآن سے دوری نے اُمت مسلمہ کو اس شرمناک صورتحال سے دوچار کر رکھا ہے، جس کے نتیجے میں مسلم اقوام اور اسلامی ممالک کی تقدیر، دائیں بائیں استعمار کی سازشی سیاستوں کی آماجگاہ بن گئی ہے۔(20)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

مسلمانوں کی ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ اُنھوں نے قرآن کو کنارے لگا دیا ہے اور دوسروں کے پرچم تلے جمع ہو گئے ہیں"۔(21)

یہاں سوال پیش آتا ہے کہ امت مسلمہ کے قرآن کو کنارے لگا دینے سے امام خمینیؒ کی مراد کیا ہے؟ قرآن کے وہ کونسے احکام ہیں جن پر مسلمان عمل پیرا نہیں ہو رہے؟ وہ کونسے احکام ہیں جن سے مسلمان دور ہیں؟ کیا مسلمان نماز، روزے، زکات، خمس اور صدقات و عطیات سے دور ہیں؟ یا پھر آپ کی ان احکام سے کچھ اور مراد ہے؟

اس حوالے سے امام خمینیؒ نے کئی بار وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کی مراد قرآن کے سیاسی اور معاشرتی مسائل سے دوری ہے۔ اسلام ایک معاشرتی دین ہے، معاشرے سے دور رہ کر وہ اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکتا، یا پھر ناقص حد تک باقی رہتا ہے۔ امام خمینیؒ نے چند ایک نمونوں پر نہایت ہی زور دیا ہے اور تاکید کے ساتھ ان احکام کے احیاء میں جد و جہد کی ہے:

ان میں سے ایک آیت: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا (22)

اس آیت کے حوالے سے آپ کا ایمان تھا کہ اگر مسلمان فقط اور فقط اسی ایک آیت پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔ (23)

ایک اور آیت جس پر امام خمینیؒ نے کئی بار صراحت کے ساتھ اپنا موقف بیان کیا ہے، وہ آیت ہے جسے نفی سبیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے: وَلَنْ يَجْعَلَ اللهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (24)۔ اس آیت کی تفسیر میں امام خمینیؒ مختلف احتمالات اور مفروضوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خداوند متعال کی مراد یہاں مطلقاً ہر قسم کے سبیل و طریق اور تسلط کی نفی ہے، تکوینی لحاظ سے بھی اور تشریعی لحاظ سے بھی۔ تکوینی لحاظ سے خدائی مدد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے پیغمبر اسلام ﷺ اور مومنین کی مادی اور معنوی لحاظ سے کئی ایک مقامات پر نصرت فرمائی ہے اور انہیں فتح کا یقین دلایا ہے، جبکہ اس قسم کی مادی اور معنوی مدد کافروں کے لیے ہر گز قرار نہیں دی گئی۔ تشریعی لحاظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قانونی اور شرعی لحاظ سے بھی کسی قسم کے تسلط اور حکمرانی کا جواز کافروں کے لیے صادر نہیں فرمایا۔ (25)

آپ نے اس آیت کی بنیاد پر اُمت مسلمہ کو یہ پیغام دیا کہ اغیار کا تسلط اور برتری۔ چاہے وہ کسی بھی قسم کا ہو۔ مسلمانوں پر قبول کرنا قرآن کی نظر میں قابل قبول نہیں ہے اور ایک ناقابل بخشش گناہ ہے۔ آپ نے اسی آیت کی بنیاد پر اپنا ہدف تعیین کرتے ہوئے فرمایا: "ہمارا ہدف اغیار کے تسلط کا خاتمہ ہے"۔ (26)

اغیار کا تسلط اور نفوذ کئی ایک طرح کا ہو سکتا ہے، کبھی وہ سیاسی نفوذ رکھتے ہیں تو کبھی معاشرتی اور کبھی اقتصادی حوالے سے کسی معاشرے کو ہائی جیک کر لیتے ہیں۔ امام خمینیؒ نے ان سب سے بڑھ کر جس چیز کو خطرناک گردانا ہے، وہ کلچرل اور ثقافتی نفوذ ہے۔ آپ اس مسئلے کو ام الامراض یعنی سب مشکلات اور امراض کی جڑ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

جس چیز کو ام الامراض گردانا جاسکتا ہے، وہ دن بدن بیرونی استعماری ثقافت کا روبہ افزائش ہونا ہے، کہ جو ایک طویل عرصے سے ہمارے جوانوں کی اپنے زہر آلود افکار کے ساتھ تربیت کر رہی ہے اور مسلمان ممالک میں موجود سامراج کے نوکر اس کی حمایت کر رہے ہیں۔(27)

آپ کی نظر میں ثقافتی تسلط اور برتری سب سے زیادہ خطرناک عنصر شمار ہوتا ہے، ان تعبیروں سے جو آپ نے کلچرل تسلط کے حوالے سے استعمال کی ہیں، اس مسئلے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ایک طرف آپ نے مسلم معاشرے کے اندر موجود جتنے بھی امراض اور مشکلات دیکھے ہیں، ان سب کی جڑ اسی ثقافتی نفوذ کو قرار دیا ہے۔ یعنی آپ کی نظر میں دیگر تمام مشکلات کا اصلی سرچشمہ اغیار کی تہذیب کا ہمارے اندر رسوخ ہے۔ دوسری تعبیر جو آپ نے استعمال کی وہ "زہر آلود افکار" ہے۔ آپ اس بات کو بھانپ چکے تھے کہ یہ افکار معاشرے میں اسلامی اقدار کو فروغ دینے اور رواج دینے کے لیے کسی زہر قاتل سے کم نہیں ہیں، کیونکہ جس معاشرے میں مغربی ثقافت اور اقدار رواج پا جائیں، اس میں اسلامی اقدار خود بخود مر جاتی ہیں، اس لیے یہ افکار کسی زہر قاتل سے کم نہیں ہیں۔

امام خمینیؒ اسی نکتے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"ایک فاسد استعماری تہذیب کا نتیجہ سوائے ایک استعمار زدہ نوکر کے اور کچھ نہیں"(28)

یعنی استعماری کلچر ایک ایسی بگڑی ہوئی ماں کی مانند ہے جس کی اولاد، اپنی سوچ اور تفکر میں ہمیشہ مغربی طاقتوں کے غلام کے طور پر پروان چڑھتی ہے، ایسے میں ان کا دائرہ فکر کبھی بھی ایک نوکر سے آگے نہیں بڑھتا، فکری استقلال کی یہ کمی ان کی سب سے بڑی مصیبت ہے جو اس ثقافتی تسلط کے نتیجے میں ان کے گلے کا طوق بنی ہے۔ ایک اور مقام پر امام خمینیؒ اسی عنصر کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

کئی سالوں کے طویل مطالعے کے بعد ان کے ماہرین اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ ان کے مفادات کے سامنے کھڑی دیواروں کو گرانا ہوگا۔ ان گہرے مطالعات اور تحقیقات کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایک بہت بڑی رکاوٹ اس ملک کی تہذیب ہے، چنانچہ اگر ایک آزاد یونیورسٹی جو کسی سے وابستہ نہ ہو ایران میں بن جائے اور وہاں لوگوں کی صحیح تربیت ہونے لگے اور مستقل افکار کے حامل لوگ سامنے آنے لگیں تو وہ ان غلط فائدہ اٹھانے والوں کا روستہ روک لیں گے، پس ان کی تہذیب کو پیچھے دھکیل دینا چاہیے تاکہ (زیادہ سے زیادہ) فائدہ اٹھایا جاسکے۔(29)

ثقافتی حوالے سے آپ کے فرامین کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تہذیبی یلغار کے اثرات کو کس قدر عمیق اور موثر جانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے استعماری ثقافت کو سب امراض کی جڑ قرار دیا ہے، کیونکہ یہی وہ کلچر ہے جو سامراج کے سیاسی تسلط کا باعث بنتا ہے، یہی کلچر ہے جس کے ذریعے انہوں نے ہمارے اقتصاد کو اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ آج اگر ہمارے اندر فضول خرچیوں اور لذت پرستی کے بجائے، قناعت اور زہد حاکم ہوتا تو کبھی اس حد تک مغربی برتری کو اتنے پرتپاک انداز میں گلے نہ لگاتے۔ اگر ہم آج بھی استعماری تہذیب کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکیں تو یقیناً آنے والی نسلیں آزادی کا مزہ چکھ سکیں گی اور اسلامی ثقافت میں سانس لینا ان کے لیے ممکن ہو پائے گا۔

اسلامی ثقافت سے دوری کے باعث امت مسلمہ پر یہ افتاد آن پڑی کہ مغربی ثقافت کو خوشی خوشی گلے لگا لیا اور اپنی پہچان اور خودی کا سودا کر لیا، اس کے بدلے میں بے حیائی اور برائی لے لی۔ یہی وجہ ہے کہ امام خمینیؒ نے قرآنی اور اسلامی ثقافت کے رواج دینے کو امت مسلمہ کی اہم ضرورت قرار دیا ہے اس اہم مقصد کے حصول کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر ڈالی تھی۔ ذیل میں اس جدوجہد کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ایک موقعہ پر فرمایا:

"سرزمین مشرق کے پاس اسلامی ثقافت ہے جو سب ثقافتوں سے بلند مرتبہ اور ترقی یافتہ ہے۔ اس لیے اہل مشرق کو چاہیے کہ اسلامی ثقافت کے ذریعے اپنی ساری ضرورتوں کی اصلاح کریں اور مغرب کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، مغرب سے فقط ایک ہی مطالبہ کریں اور وہ یہ کہ وہ اپنی اصلاح کرے"۔(30)

آپ نے نظریاتی استقلال کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

اگر ہم استقلال کی تلاش میں ہیں، آزادی چاہتے ہیں، اپنے ملک کو خود چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ کو تلاش کرنا ہوگا، ہم نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے، ہمیں اپنے آپ کو تلاش کرنا چاہیے، مغربی تاثیر سے اپنے آپ کو باہر نکالنا چاہیے، یہ نہ سمجھیں کہ سب کچھ وہاں ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، ہمارے پاس سب کچھ ہے، ہماری تہذیب نہایت ہی غنی اور مالا مال ہے، فقط اسے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔(31)

ایک مقام پر الجزائر کے مسلمانوں کی طرف ایک پیغام میں فرمایا:

"ان مشکلات کے حل کا بنیادی قدم یہ ہے کہ مسلم اقوام اور حکومتیں۔اگر وہ قومی ہیں تو۔ کوشش کریں کہ مغرب سے اپنی فکری وابستگی ختم کریں اور اپنی ثقافت اور اصلیت کا ادراک کریں اور اسلام کی ترقی یافتہ ثقافت ۔جس کی بنیاد وحی الٰہی ہے۔ کو پہچانیں اور پہچنوائیں"۔(32)

۵۔ علماء کا کردار:

پیامبر اسلام ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق معاشرے کے دو طبقے ایسے ہیں جن کا گناہ اور برائی خود ان کے اپنے تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، ایک علماء اور دوسرا مالدار اور امیر طبقہ۔(33) حضرت علیؑ سے منسوب ایک حدیث میں ہے کہ عالم کی غلطی کشتی کے ٹوٹنے کی مانند ہے جو خود تو ڈوبتی ہی ہے، دوسروں کو بھی لے ڈوبتی ہے۔(34)

امام خمینیؒ جہاں مغربی سازشوں اور ہتھکنڈوں کو اسلامی دنیا کی خرابی کی اصل وجہ قرار دیتے تھے، جہاں وہ مسلمانوں کے اندر پائے جانے والے اختلاف اور تفرقے کو ان کی بدبختی اور بے چارگی اور سیاسی عدم استحکام کا سبب گردانتے تھے اور جہاں وہ امت مسلمہ کی اسلامی ثقافت سے دوری اور اس کے نتیجے میں اس پر ہونے والی مغربی ثقافتی یلغار کو مسلمانوں کی تہی دستی کا سبب قرار دیتے تھے، وہاں وہ غیر ذمہ دار اور فاسد علماء کے کردار سے بھی غافل نہ تھے۔اُمت مسلمہ میں اس طبقے کے کردار کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر طے پا جائے کہ ایک عالم (دین) فسادی ہو اور کسی دینی مدرسے کو خطرے میں ڈال دے تو اس کا فساد فقط ایک دینی مدرسے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ پوری اُمت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ البتہ اس کے گناہ کی بدبو ہم اس (مادی) دنیا میں محسوس نہیں کر سکتے۔ لیکن آخرت میں ۔خدا نہ کرے اگر جہنم گئے۔ تب احساس ہوگا کہ اس (بدعمل عالم دین) کے گناہ کی بدبو کس قدر زیادہ ہے اور اس کے دنیوی اعمال کے باعث لوگ وہاں کس قدر تکلیف میں ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اس قسم کے لوگ [اشد الناس حسرة (35)] یعنی سب سے زیادہ حسرت بھرے ہونگے"۔(36)

ایک مقام پر آپ نے عالم دین کے اندر موجود فساد اور برائی کو وبائی مرض سے تعبیر کیا ہے(37) جو خواہ ناخوہ پھیلتی جاتی ہے اور ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح کچھ علماء اپنے مفاد کی خاطر حق بات کرنے سے کتراتے ہیں اور اہل باطل کو ان کے باطل سے نہیں روکتے۔اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتے ہیں۔امت مسلمہ کی کوئی فکر نہیں کہ ان پر کیا گذر رہی ہے۔ایک اور مقام پر فرمایا:

"کیونکہ ہم نے تہذیب نفس نہیں کی اس لیے [امت مسلمہ کی] فکر نہیں ہے، اگر تہذیب نفس کی ہوتی تو ضرور سوچ بچار کر رہے ہوتے"۔(38)

یہاں امام خمینیؒ اپنی صنف سے مخاطب تھے، اس لیے متکلم کے صیغے میں بات کی کہ ہم اگر اخلاق اور تہذیب نفس کا درجہ طے کر چکے ہوتے تو ضرور بالضرور ہمیں اُمت مسلمہ کی فکر ہوتی۔ اس کلام میں دنیوی آلودگیوں کے کردار کی طرف بھی نشاندہی پائی جاتی ہے، یعنی: ہمارا سکوت اور خاموشی، ہماری کوتاہ فکری اور سطحی سوچ کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو نہیں سنوارا اور اس لائق نہیں بنے کہ امت مسلمہ کی مشکلات اور مصائب کا ادراک کر سکیں اور ان کی فکر میں رہیں۔

اصولی طور پر امام خمینیؒ کی نظر میں علم خود بخود کسی کو سعادت مند یا شقی و بدبخت نہیں بنا سکتا، یعنی اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کے راستے، ہدف اور منزل کا تعین کرے، بلکہ علم ایک وسیلہ ہے جس سے ہر انسان اپنی ظرفیت اور شخصیت کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لیے امام خمینیؒ کی نظر میں علم حاصل کرنے سے پہلے تزکیہ نفس شرط ہے، ورنہ ظرف اگر نجس ہو تو مظروف بھی نجس ہو جائے گا۔

اس حوالے سے آپ فرماتے ہیں:

"اگر انسان خباثت کو اپنے باطن سے نکال باہر نہ کرے، تو جتنا درس پڑھتا اور علم حاصل کرتا جائے گا، نہ فقط اسے اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ بہت سے نقصانات کا باعث بنے گا، علم جب ایک خبیث [پلید] ظرف میں داخل ہو تو اس پر خبیث پتے اور شاخیں اگیں گی اور ایک شجرہ خبیثہ پیدا ہو جائے گا۔ یہ علمی مفاہیم جتنے سیاہ اور غیر مہذب دل کے اندر جمع ہوتے جائیں گے حجاب اور پردے زیادہ ہوتے جائیں گے۔ اس نفس میں جو مہذب نہیں ہوا علم ایک ظلمانی [تاریک] حجاب ہے، العلم ہو الحجاب الاکبر، علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے"۔(39)

تزکیہ نفس اور صفائے باطن کے لیے ایک مقام پر نہایت ہی حسین مثال پیش کرتے ہیں:

تم اگر سرچشمے کو صاف کرو گے تو وہاں سے صاف پانی باہر آئے گا، گدلی اور گندی جگہ سے نکلنے والے پانی سے شفافیت کی توقع مت رکھو۔(40)

امام خمینیؒ اپنی اس فلسفی تجزیے کو عملی میدان میں بھی پوری طرح مشاہدہ کر رہے تھے، اس لیے برملا ایسے لوگوں کے خلاف آواز بلند کی اور ان کی غلطیوں پر ان کی نشاندہی کی اور انہیں اصلاح کی دعوت دی۔

علماء کے کردار کی اہمیت کے مد نظر امام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ہمیشہ مجاہدت اور جہاد کی دعوت دی اور ان کو عملی تہذیب اخلاق کے علاوہ فکری جمود سے نکلنے کی بھی دعوت دی اور یوں ان کے تفکرات کی اصلاح میں بھی کوشاں رہے، یعنی ضروری نہیں کہ منفی کردار ادا کرنے والے علماء، دنیا پرستی اور خواہشات نفسانی کی مرض میں مبتلا ہوں، کچھ اپنی کوتاہ فکری اور سطحی سوچ کے باعث مار کھا جاتے ہیں، اس لیے سب کے ساتھ ایک قسم کا سلوک روا رکھنے کے بجائے امام خمینیؒ نے ہر ایک گروہ کو اس کے اپنے مسائل اور مشکلات سے باخبر کیا اور حالات کے مطابق انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا:

اے اسلام کے سربراہو، اسلام کی مدد کو آؤ، اے نجفی علماء اسلام کی مدد کو آو، اے قم کے علماء اسلام کی مدد کو پہنچو، اسلام ہاتھ سے نکل رہا ہے۔(41)

ایک اور مقام پر علماء کے سامنے خطرے کا اعلان یوں فرمایا:

اے ایرانی علماء، اے اسلامی مراجع، میں خطرے کا اعلان کرتا ہوں، اے فضلاء، اے طلاب، اے مراجع، اے نجف، اے قم، اے مشہد، اے تہران، اے شیراز، میں خطرے کا اعلان کرتا ہوں۔

اس پیغام میں - جو واضح طور پر بیداری کا پیغام ہے- آپ نے ہر شہر کے علماء اور دانشوروں کو خطاب کرتے ہوئے ان کے سامنے حالات کی سنگینی کو پیش کیا، انہیں غفلت اور نیند سے باہر آنے کی دعوت دی۔ کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ امت کے صالح ہونے کے لیے علماء کا صالح ہونا ضروری ہے، اور صلاح اور درستکاری فقط عمل میں نہیں ہوتی، اس کے لیے نظریاتی غلطیوں کی اصلاح بھی ضروری ہوتی ہے۔

نتیجہ

امام خمینیؒ کی نظر میں امت مسلمہ اپنا فکری استقلال کھو چکی ہے، اسے اپنے آپ [خودی] کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے، ایک طرف اسے ثقافتی مشکلات کا سامنا ہے، اسلامی ثقافت سے ناآگاہی کے نتیجے میں ہونے والی دوری کے باعث مغربی ثقافتی یلغار نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، دوسری طرف سے مسلم حکمران غفلت اور بے راہروی کا شکار ہیں اور ان کی ان مسائل پر کسی قسم کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ وہ اپنی کرسی بچانے کی فکر میں اپنی اقوام اور ملل پر بھروسہ کرنے کے بجائے، مغربی طاقتوں کو وسیلہ بناتے ہیں۔ علماء کی ایک کثیر تعداد اپنے اصلی فریضے کو انجام دینے سے غافل ہے، کچھ تو مفاد پرست ہیں، جو فرقہ پرستی اور امت کے درمیان اختلاف و انتشار کے ذریعے اپنے مفادات تک پہنچ رہے ہیں، جبکہ کچھ اپنی کوتاہ

فکری کے باعث امت کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ اوپر سے بیرونی طاقتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم ہیں، جو کسی بھی صورت مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے نہیں دیتیں اور امت مسلمہ ان سب چیزوں سے بے خبر خواب غفلت کے مزے لوٹ رہی ہے۔

ان مسائل کا لازمی اور حتمی نتیجہ ہر سطح پر پیدا ہونے والا اختلاف اور انتشار ہے۔ مسجد سے لے کر منبر تک ، دینی پلیٹ فارموں سے لے کر دینوی مراکز کی سطح تک۔ کہیں بھی مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کا نام و نشان تک نہیں ملتا، اس دراڑ کے بڑھ جانے سے تکفیریت اور وہابیت کو شہ مل رہی ہے اور اسلامی بھائی چارہ ناپید ہو چکا ہے۔ سیاسی سطح پر مسلم ممالک، ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ روابط استوار کرنے کے بجائے، مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس صورتحال سے باہر نکلنے کے لیے ممکنہ راہ حل یہ تجویز کیے جا سکتے ہیں: اسلامی ثقافت -جس کا آئینہ قرآنی سیاسی اصول ہیں — سے آگاہی اور اس کی ترویج، علماء اور فقہاء کا زمانے کے تقاضوں کے مطابق معاشرتی سطح پر سرگرم عمل رہنا، اور استعماری طاقتوں سے امت کو نجات دلانا، حکمرانوں کا بیرونی طاقتوں کے بجائے خود اپنی قوم پر بھروسہ کرنا اور ان سب کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ میں مذہبی، فکری، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حوالوں سے رواداری کا فروغ پانا ہے، تاکہ امت مسلمہ، امت واحدہ بن کر اسلامی تعلیمات پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر عمل پیرا ہو سکے۔

*****

حوالہ جات

1 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، ، چہل حدیث، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، دسویں طبع، تہران، ۱۳۷۶ شمسی، ص ۳۱۰۔

2 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۴۳۔ مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، طبع چہاردہم، ۱۳۸۸ شمسی۔

3 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۸۵۔

4 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۵۶۔

5 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۸۷۔

6 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۶، ص ۲۲۔

7 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۴۴۔

8 ۔ دیکھیے: امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۳۴/۳۳۴ ایضا ج ۱۳، ۷۸

9۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۲۰۹۔

10 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۳۳۹۔

11 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۳۳۹۔

12 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۵۶۔

13 ۔ دیکھیے: امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۴۳-۴۴۴/ج ۷، ص ۱۸۶۔

14۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۸۶۔

15 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۲۹۵۔

16 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۸۷۔

17 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، جہاد اکبر، ص ۶۰-۶۱۔ مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رح)، تہران، اٹھارہویں طبع، ۱۳۸۷ ہجری شمسی۔

18 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، جہاد اکبر، ص ۶۱۔

19 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱، ص ۱۵۷-۱۵۸۔

20 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۲، ص ۴۳۸-۴۳۹۔

21 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۲۷۵۔

22 ۔ آل عمران، آیت ۱۰۳

23 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۲۷۵/ ج ۸، صص ۳۰۷۔

24 ۔ سورہ نساء، آیت: 141

25 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، کتاب البیع، ج ۲، ص ۲۰۷-۲۲۳، تلخیص اور تصرف کے ساتھ۔

26 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۴، ص ۹۱۔

27 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج ۲، ص ۳۴۶۔

28 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۲، ص۳۴۶۔
29 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۴، ص۱۹۶۔
30 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۱۰، ص۳۸۵۔
31 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۱۰، ص۳۸۶۔
32 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۱۰، ص۳۹۵۔
33 ۔ شیخ صدوق، الخصال، ج۱، ص۷۳/ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص۵۰
34 ۔ کراجکی، کنز الفوائد، ج۱، ص۳۱۹/لیثی علی بن محمد، عیون الحکم والمواعظ، ص۲۷۶۔
35 ۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اشدُّ الناسِ حسرۃً یومَ القیامۃِ مَن وَصَفَ عَدْلاً ثم عَمِلَ بغیرہ»؛ لوگوں میں سب سے سخت قسم کی حسرت میں مبتلا وہ شخص ہوگا جو عدالت اور نیکی کی توصیف و تعریف بیان کرے اور پھر خود اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ اصول کافی، ج 2، ص 299.
36 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۲، ص۱۷۔
37۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۷، ص۲۵۶۔
38 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۲، ص۳۶۸۔
39 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، ، جہاد اکبر، ص۱۸۔
40 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، آداب الصلاۃ، ص۱۷۲۔
41 ۔ امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، ج۱، ص۴۲۰۔

فہرست منابع

قرآن
1. ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تاریخ وفات (چوتھی صدی ہجری)، محقق / مصحح: غفاری، علی اکبر، جامعہ مدرسین، قم، طبع دوم، 1404 / 1363 ق۔
2. امام خمینی، روح اللہ الموسوی، چہل حدیث، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، طبع دہم، تہران، ۱۳۷۶ شمسی۔
3. امام خمینی، روح اللہ الموسوی، صحیفہ امام، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، طبع چہاردہم، ۱۳۸۸ شمسی۔
4. امام خمینی، جہاد اکبر، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رح)، تہران، اٹھارہویں طبع، ۱۳۸۷ ہجری شمسی۔

5. امام خمینی، آداب الصلاۃ، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رح)، تہران، سولہویں طبع، ۱۳۸۸ ہجری شمسی۔
6. امام خمینی، روح اللہ الموسوی، کتاب البیع، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ، تہران، سوم، 1430 قمری۔
7. شیخ صدوق ابن بابویہ، محمد بن علی، (381 ق)، الخصال، محقق / مصحح: غفاری، علی اکبر، طباعت: جامعہ مدرسین، قم، طبع اول، 1362 شمسی۔
8. کراجکی، محمد بن علی (449 ق)، کنز الفوائد، محقق / مصحح: نعمت، عبد اللہ، دار الذخائر، قم، طبع اول، 1410 قمری۔
9. کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق (329 ق)، اصول کافی، محقق / مصحح: غفاری علی اکبر و آخوندی، محمد، دار الکتب الإسلامیہ، طبع چہارم، تہران، 1407 ق۔
10. لیثی واسطی، علی بن محمد (تاریخ وفات چھٹی صدی)، عیون الحکم و المواعظ، محقق / مصحح: حسنی بیر جندی، حسین، ناشر: دار الحدیث، قم، طبع اول، 1376 شمسی۔